

سیئیں کو!

ہنگامہ خیز مہینے کے بعد دو دن پہلے رات گئے عدالت عظمی کا فیصلہ آچکا ہے۔ ہر سنجیدہ انسان ملک کی خیر مانگ رہا تھا۔ میرے جیسا عام سا آدمی جس کا کسی بھی سیاسی جماعت کی طرف کسی قسم کا کوئی رجہا نہیں ہے۔ حد درجہ پر سکون رہا۔ وجہہ صرف یہ کہ ملک کی ہر سیاسی جماعت، لسانی و طبقاتی گروہ، ریاستی ادارہ، اکابرین اور سیاسی جید مکمل طور پر برہنہ ہو کر اپنے اصل وجود کے ساتھ سب کے سامنے واضح ہو گئے۔ صحیح اور غلط کا ذہنی فیصلہ کرنے میں حد درجہ آسانی ہو گئی۔ جذباتیت کی گردسے باہر نکل کر سارے کردار کھل گئے۔ کجا ارباب سیاست، مذہبی دکانوں پر لوٹ سیل لگانے والے اور کجانب یوڑل رہنے والے۔ سب کے مفادات بھی نظر آئے اور اس کی آخری لکیر بھی۔ عرض کرتا چلوں۔ عدالت عظمی کے فیصلے پر بات کرنا ہرگز ہرگز توہین عدالت کے زمرے میں نہیں آتا۔ ہاں مہذب حدود قیود میں رہنا ضروری ہے۔ مگر جو تمام پس منظر کردار اس تمام تماشے کے پیچھے تھے اور ہیں۔ وہ بھی کمال کر گئے۔ دس ماہ قبل سے معاملات کو دیکھیے اور ان کے منطقی انجام کی جانب غور فرمائیے۔ سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔ کوئی نئی بات نہیں کر رہا۔ واقفان حال سب کچھ جانتے ہیں۔ نوری مخلوق بھی اور خاک نشین بھی۔ اردو کے ایک قابل اعتماد میڈیا پرس نے ٹی وی پروگرام میں تقریباً چار ماہ پہلے لوگوں کو آ گاہ کرڈا لاتھا، کہ ایک بھرپور منصوبہ بندی بیرونی ملک میں کی گئی ہے۔ اور تمام ادارے اس سے واقف ہیں۔ ان کا بیان آج بھی ریکارڈ پر موجود ہے۔ مگر سوال یہ ہے کیا ان کے حد درجہ شائستہ رویے نے وہ تمام معلومات وقت پر لوگوں کے سامنے رکھیں جس طرح ہونا چاہیے تھا۔ شاید انہیں گوجرانواہی زیادہ جانا چاہیے۔ پر نہیں۔ شاید مجھے زیادہ طویل تر سفر کرنا چاہیے۔ بے شمار برقی پیغامات، فون کالز، بیرون ملک پاکستانیوں کے درد میں ڈوبے ہوئے نوئے ہر دم موصول ہوتے رہتے ہیں۔

خلق خدا پریشان تھی اور آج بھی پر ملاں ہے۔ آسودگی تو صرف چند خاندانوں یا سیاستدانوں کے صحن میں اتری ہے۔ بھلا اس کا عام آدمی کی فلاح سے کیا واسطہ۔ بلکہ عرض کرنے دتبھے۔ اس پوری سیاسی بساط کی پاکستانی عوام سے کیا غرض ہے۔ مبینہ انصاف سے شروع کیجئے۔ ہر اخبار کے اندر قتل و غارت کے مہیب واقعات تو اتر سے درج ہوتے ہیں۔ بیٹی نے باپ کو قتل کرڈا، شوہر نے بیوی کو مارڈا، ماں نے بچوں کو ذبح کر دیا۔ جائیداد کے جھگڑوں پر لو حلقین کے ایک فریق کو زندہ جلا دیا گیا۔ اس طرح کے پر تشدد وارداتیں اب ہمارے سماج کا عام سا حصہ ہیں۔ پڑھا، دیکھا اور بات کی۔ اس کے بعد معاملہ ختم۔ مگر کیا آج تک کسی عالی مرتبت منصف نے عام آدمی کی ان دلخراش وارداتوں کے متعلق بات کی ہے۔ سو و مولیا ہے۔ پولیس کے اعلیٰ عہدیداروں کی باز پرس کی ہے۔ جواب عمومی طور پر نہیں میں ہے۔ اس طرح کی خبریں بھی عام سامنے آتی ہیں کہ جب ایک ملزم یا مجرم کا کیس اعلیٰ عدالتوں میں پیشی پر لگا، تو وہ تاخیر کی بدولت زندگی سے ہی ہاتھ دھوچکا تھا۔ کیا وہ انصاف کے لئے دو صد یوں پر محیط زندگی لے کر آتا۔ نہیں صاحب، اس ناقص ترین بلکہ ادنیٰ ترین عدالتی نظام میں کسی عام سے پاکستانی کو کبھی بروقت انصاف نہیں مل پایا۔ اگر تقدیم سے پر کھیے

تو یہ ”سٹینیٹس کو“ قائم رکھنے کا ایک طور ہے جس سے مسائل کم نہیں ہوتے بلکہ بڑھتے ہیں۔ کیا چھٹی والے دن عام پاکستانی کے لئے فیصلوں کے دروازے کھلے ہیں۔ جناب حضرت ہرگز نہیں۔ خواص، خواص ہی ہوتے ہیں اور خواص کے پیچھے خاکی مخلوق بھی قائم و دائم رہتی ہے۔ حالیہ سپریم کورٹ کی کارروائی کے دوران وکیل صاحب نے نکتہ اٹھایا تھا۔ کہ پارلیمان اور مقنونہ کے درمیان آئینے نے ایک آگ کی دیوار ایستادہ کی ہے۔ اسے عبور مت کیجئے۔ ورنہ پارلیمان کی ہر کارروائی، عدالتوں میں ذلیل و خوار ہوگی۔ مگر اس حد درجہ صائب بات سے روگردانی کی گئی۔ بتایا گیا کہ آئینے بچالیا گیا۔ مگر اہل نظر جانتے ہیں۔ کہ اصل میں آگ کی دیوار کو غیر آئینی طور پر ادارے کی سطح پر عبور کیا گیا۔ اس کے نضرات دیکھیے کہاں تک جاتے ہیں۔

سیاست دانوں کی جانب نظر اٹھا کر دیکھیے تو تکلیف ہوتی ہے۔ موجودہ وزیراعظم نے اقتدار میں آنے کی خاطر ہر ایک منت سماجت کی۔ مگر مسند شاہی پر بیٹھ کر محسن کشی کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ سارے ادارے اور لوگ گھبرا گئے۔ فروعی مسائل میں ایسے الجھے کہ زمانہ سازی پر گرفت صرف لفظوں کی حد تک ہی رہ گئی۔ ہر وہ شخص جس نے ان کی ہلکی سی بھی مدد کی تھی۔ اسے تاک کر جا بلب کیا۔ نیب کو افسروں کی گپڑی اچھائے کے لئے ہر طور استعمال کیا۔ جھوٹے مقدمات قائم کیے۔ اور ہاں ایک اور بات جوابھی تک لوگوں کے سامنے نہیں آئی۔ کہ ملک کے مضبوط ترین ادارے کے سربراہ کوڑی نوٹی فائی کرنے کی ناکام کوشش بھی کرڈیں۔ سند سے عرض کر دوں گا۔ کہ اپنے سے مختلف سوچ رکھنے والے ہر شخص کو تکلیف ضرور پہنچائی۔ اس کی جزوی سزا نہیں ملے گی اور اسی دور میں ضرور ملے گی۔ وزارت عظمی کی جگہ سے رسو اہو کر نکلنا ہرگز ہرگز معمولی الیہ نہیں۔ یہ بنیادی طور پر حکمرانوں کے لئے خوفناک خواب ہوتا ہے جسے دیکھنے کی کوئی بھی آرزو نہیں کرتا۔ خان صاحب کو یہ دن دیکھنا پڑتا ہے۔ تو اس کی حد درجہ ٹھوس وجوہات ہیں۔ اب ان کے پاس خاصہ فارغ وقت ہو گا۔ شائد وہ اپنی کوتا ہیوں پر نظر دوڑا سکیں۔ غلطیوں سے کچھ سیکھ سکیں۔ مگر اس کا امکان بہت کم ہے۔ اس لئے کہ زگسیدت کے سیالاب میں ڈوبارہنے کی بدولت، صرف وہ خود، ہی ٹھیک ہیں۔ باقی تمام لوگ غلط ہیں بلکہ تھوڑے تھوڑے غدار بھی ہیں۔ سیاسی جنگ کبھی بھی حق و باطل کا میدان نہیں ہوتا۔ اسمبلی میں غیر آئینی حکم دینے سے کوئی شیرشاہ سوری نہیں بن پاتا۔ مخلوں میں رہ کر ریاست مدینہ کی بات کرنے کا کوئی اخلاقی جواز نہیں تھا۔ توہمات پرستی سے کبھی بھی کار خیر کا ڈول نہیں ڈلتا۔

مگر یہ سب کچھ ڈنکے کی چوٹ پر ہوا۔

یہ تو خیر سب کے سامنے آ ہی گیا۔ مگر اپوزیشن بھی ہر طرح کے اخلاقی جواز سے عاری نظر آئی۔ مذہب فروشی تو خیر بر صغیر کی سیاسی تاریخ کا حصہ ہے ہی۔ مگر عدالت عظمی کے فیصلے سے پہلے یہ فرمانا کہ جناب اگر تیج بچاؤ کا راستہ اختیار کیا گیا۔ کسی عدالتی حکم میں کوئی تصفیہ طلب بات ہوئی، تو فیصلہ نہیں مانا جائے گا۔ یہ چلن نہ جمہوری ہے اور آنے والے وقت میں اس کا حضرت کو حد درجہ سیاسی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ سندھ کے اقتدار اعلیٰ کے دائیٰ مالک، جناب زرداری صاحب کا یہ فرمانا کہ ہمارے حق میں فیصلے پر ایک لمحہ کی بھی تاخیر برداشت نہیں کی جائے گی۔ یہ بیان سب کے سامنے ہے۔ اور اس پر کوئی بھی تبصرہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

پنجاب کے سر پنج کی جذباتی کیفیت تو دیدنی تھی۔ عدالت میں یہ فرمانا کہ ملک کی خاطر، سمبالی کو بحال کر دیں۔ ذاتی بات تو ہو سکتی ہے۔ مگر ہرگز ہرگز ایک ”سٹیٹس مین“ کی گفتگو قرار نہیں دی جاسکتی۔ دراصل یہ پورا کھیل اس طرح رچایا گیا کہ پہلی سیاسی ٹیم اپنے آپ کو حقیقت میں مقتدر سمجھنے لگی۔ چنانچہ فصیل سے باہر زد دوسرے فریق کو حق حکمرانی دیا گیا ہے۔ یہی کچھ جو ہمارے جیسے نیم مہذب ملکوں کا واجب دستور ہے۔ کس پر تنقید کی جائے۔ چج بات بتانے سے ہر ایک گھبرا تا ہے۔ ہاں ایک بات میں لکھنے سے چوک گیا۔ سندھ ہاؤس اور میریٹ ہوٹل کی دلفریب داستانوں س پر بھی کسی نے کوئی فیصلہ نہیں دیا۔ بلکہ اجتناب کر کے ان ہولناک ضمیر فروشوں کے کردار پر تو شیق کی مہر لگا دی۔ پیسے کے لین دین کا کیونکہ معاملہ حد درجہ سنگین ہے۔ لہذا گیلے فرش پر چلنے کی بجائے، انگلی پکڑ کر پیاں پیاں چلا گیا۔ حد تو یہ بھی ہے کہ صدر کی طرف سے لوٹوں کی سزاواں ریفسن پر بھی خاموشی سی اختیار کر لی گئی۔ یہ تمام باتیں بین الاقوامی سطح پر کی جا رہی ہے۔

آگے کیا ہوگا۔ اس پر بات کرنی ضروری ہے۔ اقتدار میں آنے کے بعد نیا ایکشن اب شایدنا ہو پائے۔ جب تک نئے وزیر اعظم اپنی پوری انتظامی ٹیم کو ہر جگہ لگانہیں لیتے۔ اس وقت تک ایکشن کی بات تک نہیں ہوگی۔ ہاں اب وہ نیا سپہ سالار اور نئے عدالتی سربراہ کو بھی اپنی طرز پر ڈھانے کی کوشش کریں گے۔ اور کامیاب رہیں گے۔ اس لئے کہ وہ اس کام کے ”گرو“، ہمیشہ سے ہیں اور رہنگے۔ مفاہمت کا بادشاہ اور میریٹ کا دنیاوی خدا، اب مل کر کیا کھیل کھیلیں گے۔ اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جو دانشور اہل قلم، سیاسی اور غیر سیاسی لوگ، یہ فرمارہے ہیں کہ ملک میں اب سیاسی استحکام آ جائے گا۔ شائد ان کا قیاس درست نہ ہو۔ آنے والے وقت میں مزید عدم استحکام کا بول بالا ہوگا۔ ہاں جہاں تک عام آدمی کے استھصال کی بات ہے۔ اس میں تمام سیاسی اور غیر سیاسی فریق مکمل طور پر ایک جیسے ہیں۔ یہ جان لیوا سٹیٹس تو اب دوام حاصل کر چکا ہے۔